حرف و سخن
HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

قادری صوفی "پیر سید محمود شاہ محدث ہزارویؒ" کے صوفیانہ افکار کا تحقیقی جائزہ

☆سید عبید الرحمن عابد : پی ایچ ڈی ریسرچ اسکالر محی الدین اسلامک یونیورسٹی (MIU) نیریاں شریف، اے جے کے
☆☆لیاقت علی قادری : ایم فل اسکالر، نیشنل کالج آف بزنس ایڈمنسٹریشن اینڈ اکنامکس، لاہور

Abstract

The Potohar region has been blessed with fertile land, nurturing numerous scholars and Sufis dedicated to the spiritual betterment of humanity. Among these luminaries, Pir Syed Mehmood Shah Muhaddith Hazarvi shines prominently, known for his profound contributions to Sufism. He tirelessly worked to propagate the Qadri Silsila, a Sufi order, not only within the Khyber Pakhtunkhwa province but also across Pakistan and beyond its borders. Muhaddith Hazarvi approached Sufism with a unique perspective, blending traditional teachings with contemporary understanding .At the core of Muhaddith Hazarvi's mystical thought lies a deep reverence for spiritual journeying and inner purification. He emphasized the importance of connecting with the Divine through sincere devotion and contemplation. His teachings often revolved around the concept of spiritual elevation through the remembrance of Allah and adherence to the principles of Islamic mysticism .One of the distinctive features of Muhaddith Hazarvi's approach to Sufism was his integration of poetry as a medium for expressing profound spiritual truths. Through his poetic compositions, he conveyed intricate spiritual concepts in a language that resonated with the hearts of seekers. His poetry not only served as a means of spiritual inspiration but also as a vehicle for transmitting the wisdom of the Sufi tradition to a wider audience .Furthermore, Muhaddith Hazarvi emphasized the importance of spiritual mentorship in the journey of self-realization. He believed in the guidance of enlightened Sufi masters who could illuminate the path towards spiritual enlightenment and assist seekers in overcoming the hurdles of the ego .In essence, the mystical thought of Muhaddith Hazarvi reflects a harmonious blend of traditional Sufi teachings with contemporary insights, aimed at guiding individuals towards spiritual awakening and inner transformation. His legacy continues to inspire seekers of truth on their quest for divine knowledge and closeness to Allah Almighty.

Keywords : Potohar, Sufism, Muhaddith Hazarvi, Qadri Silsila, Spiritual Mentorship

نام، ولادت و نسب: پیر سید محمود شاہ محدث ہزارویؒ خطہ پوٹھوہار کے ان عظیم دانشورانِ ملک و ملت سے ہیں جن کی فکر سے عالی ہمتی کے جواہر نمایاں تھے۔ آپ کا اسمِ گرامی سید محمود شاہ ہے۔[1] کنیت ابو مسعود، القاب میں مفسرِ اعظم، محدثِ جلیل، فقیہہ ملت، شیخ طریقت اور فاتح قادیانیت[2] جیسے القاب شامل ہیں۔ آپ کی پیدائش دو شنبہ ماہِ شعبان المعظم بوقتِ سحر ۱۲۹۳ھ بمطابق ۱۸۷۲عیسوی موضع سوہلن علاقہ تناول ضلع ایبٹ آباد میں ہوئی۔[3] آپؒ پدری جہت سے کاظمی حسینی سید ہیں جبکہ جہتِ مادری سے آپؒ حسنی سادات سے ہیں اور یوں آپ نجیب الطرفین ہوئے۔[4] آپؒ کا سلسلہ نسب ۳۸ واسطوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ تک جا پہنچتا ہے۔[5] آپ کا شجرہ نسب یوں ہیں:

---

[1] تذکرہ علماء و مشائخ سرحد، محمد امیر شاہ قادری گیلانی، عظیم پبلشنگ ہاؤس، پشاور، ط اول، ۱۹۷۲ء، ص:۲/ ۳۲۶

[2] تذکرہ علماء و مشائخ سرحد، ص:۲/ ۳۲۶

[3] بستانِ ولایت، فرزند علی قادری، وقاص پرنٹنگ پریس، فیصل آباد، ط دوم، ۲۰۱۱ء، ص:۱۰۷، تذکرہ حکیمِ ملت، ص:۴۸

[4] مصنفینِ ہزارہ، پروفیسر بشیر احمد سوز، ادبیاتِ ہزارہ، ایبٹ آباد، ۲۰۱۰ء، ص:۱۷۵

[5] امیر ملت اور ان کے خلفاء، محمد صادق قصوری، مکتبہ نعمانیہ، سیالکوٹ، ط اول، ۱۹۸۳ء، ص:۲۴۳

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

حضرت سید محمود شاہ محدثِ ہزاروی بن حضرت سید محبوب علی شاہ بن حضرت سید فقیر شاہ ولی محدث بن نواب شاہ بن سید حافظ عمر شاہ بن حضرت سید محبوب شاہ بن سید کبیر شاہ بن سید معمور شاہ المعروف باقر شاہ بن سید عالم شاہ بن سید شاہ یار محمد سید شاہ فقیر بن حضرت سید رحمت اللہ بن سید محمود بن حضرت سید شاہ زین العابدین بن سید نصیر الدین المعروف عبید بن سید علی شیر ابراہیم بن سید عبد الکریم بن سید وجیہہ الدین بن سید ولی الدین المعروف فتح الدین بن سید محمد الغازی ثانی بن سید سلطان رضا الدین المعروف ریاض الدین بن سید سلطان صدر الدین المعروف عبد الوہاب بن سید سلطان محمد احمد سابق بن سید حسین مشہدی بن سید سلطان علی المعروف عبد اللہ امیر بلخی ثم بل بلندی بن سید عبد الرحمٰن ملقب بہ شرف الدین عرف بلبل شاہ بن سید اسحاق ثانی بن سید ابو الحسن موسیٰ زاہد بن سید عباس بن سید مصطفیٰ بن سید محمد عالم بن سید عبد اللہ قاسم بن سید محمد اول بن سید اسحاق الموفق بن سید امام موسیٰ کاظم بن سید امام جعفر صادق بن سید امام محمد باقر بن سید امام زین العابدین علی بن سید حضرت امام حسین شہیدِ کربلا بن سید علی کرم اللہ وجہہ الکریم و منہم اجمعین۔[1]

حضرتِ محدثِ ہزاروی قدس سرہ العزیز جس خاندان کے عظیم فرد ہیں ان میں شریعت کے ایسے عالی صفات بزرگانِ ملت اسلامیہ ہیں جن کی دہلیز کرم پر جبیں ہائے عقیدت افرادِ ملت اسلامیہ جھکتی ہیں۔قطبِ دوراں حضرت سید وجیہہ الدین مشہدی خسر حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین حسن سنجری چشتی اجمیریؒ، سلطان العارفین حضرت سید شاہ عبد اللطیف المعروف امام بریؒ، حضرت سید شاہ چن چراغ راولپنڈی، آپ کے اجداد سے ہو گزرے ہیں۔ علاوہ ازیں آپ کے اجداد میں حضرت سید علی شیر ابراہیمؒ، حضرت سید شاہ زین العابدینؒ، حضرت سید سلطان علی عبد اللہ امیر بلخ، حضرت سید حافظ محمود محدثؒ، حضرت سید حافظ عمر شاہ محدث نڑوکویؒ، حضرت سید فقیر شاہ ولی محدث بائیں گوجریؒ، اور جامع معقول والمنقول شیخ التفسیر والحدیث حضرت پیر سید محبوب علی شاہؒ قابلِ ذکر ہیں۔[2]

بطورِ قادری صوفی افکار

آپؒ جہاں ایک فقیہہ کے طور پر مشہور تھے تو وہاں محدث کے طور پر بھی آپ کا اسمِ گرامی نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ آپؒ خلافتِ اسلامیہ کے داعی اور میدانِ تصوف کے شہسوار بھی تھے۔ آپؒ نے نہ صرف نثر کی صورت میں اپنے افکارِ صوفیانہ کو منظرِ عام پر لایا بلکہ شاعری کی صورت میں بھی آپؒ کے روحانی افکار قابلِ مطالعہ و عمل ہیں۔ آپؒ صاحب معجم الوسیط کی اس تعریف کے مطابق:"(الصوفي) من يتبع طريقة التصوف والعارف بالتصوف وأشهر الآراء في تسميته أنه سمي بذلك لا نه يفضل لبس الصوف تقشفا"[3] "یعنی تصوف کے راستہ کے پیروکار کو صوفی کہتے ہیں۔اور وہ تصوف کا جاننے والا بھی ہو۔اس کے نام کے متعلق مشہور آراء بھی یہی ہیں کہ وہ اس نام سے ہیں کیونکہ وہ صوف کا لباس پہن کر زاہدانہ زندگی بسر کر رہے ہوتے ہیں"۔ کی سادگی و درویشی کا مظہر تھے۔ آپؒ نے فقہ (قرآن، تفسیر قرآن، حدیث، اصول حدیث، لغتِ عرب، اجتہاد و قیاس، جغرافیہ و سائنس، علوم ہائے معاشرہ و معاشرت و غیر ہم علوم) کے حصول کے بعد تصوف میں کمال حاصل کیا۔ آپؒ ایسا کیوں نہ کرتے جبکہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلویؒ نقل کرتے ہیں:"من تفقه ولم يتصوف قد تفسق و من تصوف ولم يفقه فقد تزندق و من جمع بينهما فقد تحقق"۔[4]یعنی"جس نے علم فقہ حاصل کیے بغیر راہِ تصوف

---

[1] بستانِ ولایت، ص:۱۰۹،۱۰۸، تذکرہ حکیم ملت، ص:۲۹

[2] بستانِ ولایت، ص:۱۰۸،۱۰۷

[3] ابراہیم مصطفی ، وغيرهم، المعجم الوسيط، دارالدعوة، استنبول، ترکی، ۱۹۸۹ء، باب الصاد، ص: ۱ / ۵۲۹

[4] تحصیل التعرف فی معرفۃ الفقہ والتصوف، شاہ عبد الحق محدث دہلوی، مترجم: محمد عبد الحکیم، مکتبہ قادریہ، لاہور، ۲۰۰۰ء، ص:۹۶

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

اختیار کیا وہ زندیق ہوا، اور جس نے علم فقہ حاصل کیا اور تصوف کے راستے پر نہیں چلا وہ فاسق ہوا، اور ایک روایت میں ہے فقد تقشف وہ برے حال والا ہوا، اور جس نے ان دونوں کو جمع کیا وہ صحیح مومن ہے"۔

پیر سید محمود شاہ محدثِ ہزارویؒ کو تعلیماتِ تصوف ورثہ میں ملی تھیں، آپؒ سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت تھے اس کے علاوہ بھی آپ نے تین سلاسل طریقت سے سندِ اجازت لے رکھی تھی۔ لیکن آپ اپنے سلسلہ میں شامل ہونے والوں کو سلسلہ قادریہ میں بیعت کرتے تھے۔ اس وجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؒ کو تحریر و تالیف سے بھی خاصا شغف تھا۔ تصوف گویا آپؒ کو گھٹی میں پلایا گیا تھا۔ یہ بات بعید از امکان ہوتی کہ آپؒ تصوف کے موضوع پر شذرات بیان نہ فرماتے۔ آپؒ نے نثر میں تسہیل التصوف، جامع الخیرات، فلسفہ تصوف و طریقت، کتاب النصائح، تصوف کے موضوع پر کتب تحریر فرمائیں۔ ایسے ہی آپؒ نے نظم میں رموزِ تصوف کو "راہِ صفا" میں بیان فرمایا ہے، "راہِ صفا" فارسی زبان میں تحریر کی گئی ہے۔ آپؒ نے ہر چہار سلاسلِ طریقت کا فیض پایا۔ اس تحدیثِ نعمت کے متعلق اپنے منظوم کلام میں یوں فرماتے ہیں:

زفیضِ غوثِ اعظم قادری ام — بنقشِ نقشبندم مست آہے
بفرق از سہرہ ہائے سہروردم — زباغِ چشت دارم کج کلاہے[1]

سلسلہ تصوف میں اہلِ طریقت کے ہاں باقاعدگی سے شجرہ طریقت کو پڑھا جاتا ہے اس کی ضرورت و اہمیت کے متعلق آپ فرماتے ہیں کہ جس طرح اہلِ علم و فہم کے نزدیک اہم اور ضروری امور میں نسبت و سند لازمی ہے مثلاً روایاتِ دینیہ کی سند عین اسی طرح طریقت و اصلاح باطن (تصوف) میں سلسلہ نسبت و سند بزرگانِ دین لازمی ہے اور اس کو شجرہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ پھر جس طرح روایات دینیہ کی اسناد کا باقی رکھنا اور معلوم ہونا ان روایات سے متعلق احکام میں از بس ضروری ہے بلکہ اسی پر انحصار و مدار ہے تو اسی طرح شجرہ طریقت کا باقی رکھنا اور یاد رکھنا طریقت کے فیوض و برکات و دیگر امور کے واسطے از بس لازمی ہے۔ تصوف سے قلب و باطن کی صفائی ہو کر درویش کمال بندگی کی منزلیں طے کرتا ہوا وہاں پہنچتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات مقدسہ کا پرتو اور عکس اس کے آئینے میں ظہور پاتا ہے جسے صوفیائے کرام کی اصطلاح میں متخلق با اخلاق اللہ یا متصف باوصاف اللہ تعبیر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کا فرمان ہے:

"فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ"[2]

"تم میرا ذکر کرتے رہو میں تمہارا ذکر کرتا ہوں"

توجو بزرگان دین باصفابندگان خدا کہ شجرہ سلسلہ مبارکہ میں ہیں ان کا ذکر و یاد بھی ضرور اس کا موجب ہے کہ وہ بھی اپنی شان وصفت خداداد سے اپنے متوسل و نسبتی (شجرہ پڑھنے والے) کو یاد فرماویں اور اس پر کرم و عنایت و دعا سے توجہ فرما کر اس کی جھولی مرادوں سے بھر ادیں چنانچہ ایسا ہوا کرتا ہے، تب ہی تو تصوف کے سارے سلسلوں میں شجرہ شریف کا پڑھنا معمول رہا ہے اور ہر زمانہ کے صلحاء و بزرگوں نے اسے مقبول مندوب قرار دیا ہے۔[3]

[1] راہِ صفا، (افادات)، پیر سید محمود شاہ محدثِ ہزاروی، جمعیت حنفیہ قادریہ پاکستان، لاہور، س ن، ص:۵۰
[2] القرآن، سورة البقرة: ۲/ ۱۵۲
[3] جامع الخیرات، پیر سید محمود شاہ محدث ہزاروی، خانقاہ محبوب آباد شریف، حویلیاں، ایبٹ آباد، ط سوم، ۱۹۹۹ء، ص:۱/ ۳

آپؒ تصوف کو خلافت اسلامیہ کے قیام، اصلاح انفس و آفاق کا باعث و بنیاد قرار دیتے ہیں۔ تصوف کی رموز بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اے میرے عزیز! ضابطہ کائنات کا وہ تصرف جو انفس و آفاق کی اصلاح پر حاوی ہو تصوف کہلاتا ہے۔ تصوف محض رسم و رواج یا چند وظائف کا نام نہیں بلکہ خلافت و دستور اسلام کی عملی شکل میں اصلاح انفس و آفاق کا عالمگیر منصوبہ ہے۔ اور اسی کا نام طریقت اور فقر بھی ہے۔ معلم ضابطہ کائنات ﷺ کا ارشاد ہے کہ شریعت میرے اقوال، طریقت میرے افعال اور حقیقت میرے احوال اور معرفت میرے اسرار ہیں۔ اے میرے عزیز! اپنے مرشد کامل کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی ظاہری و باطنی حرکات و سکنات کو ضابطہ کائنات کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کیا کرو"۔[1]

حضورِ قلب کو سوز و ساز کی بنیاد قرار دیتے ہیں۔ اور یہی تصوف کا مطمع نظر بھی ہے جیسے کہ فرمایا:

حضور دل میں نہیں تو سوز و ساز نہیں — کہ بے حضور عبادت نہیں نماز نہیں
حضور ہی سے مکمل ہے زندگی ساری — سِوا حضور کے راضی وہ بے نیاز نہیں
ادب بنائے عبادت ہے عشق ہے — تعمیر نہ ہو یہی تو میسر کچھ امتیاز نہیں[2]

فناء کے حصول پر نفس کی بقاء و عرفان کے حوالے سے لکھتے ہیں:

نفس جب معبود ٹھہرا تو خودی تخریبِ کُل — اور خلافِ غیر حق میں تو خودی تعمیر ہے
ہر ہوائے نفسِ سرکش عشق کا محصول ہے — جز فنا اس خواب ہستی کی نہ کچھ تعبیر ہے
تیری بربادی تیرے ہونے سے ہے جب تو نہ ہو — مردِ حق ہے پھر تیری تدبیر بھی تقدیر ہے
کر ریاضت زہر قاتل، نفس کا کُشتہ بنا — پیرِ کامل کی نگاہ سے دیکھ پھر اکسیر ہے
ظلمتِ فانی میں باقی کا پتہ ملتا نہیں — اس کے آنے میں تیرے جانے کی بس تاخیر ہے
دور کیا محمود جانا پاس ہی مقصود ہے — نحن اقرب پر لگا دل سوچ کیا تقریر ہے[3]

آپؒ کے نزدیک تصوف شرعی احکام کی مکمل پیروی کا نام ہے:

"ہم جانتے ہیں کہ شرعی احکام کی مکمل پابندی اور ضابطہ کائنات پر عمل ہی تصوف کا نام ہے۔ ہم تصوف کو عملی صورت میں اپناتے بھی ہیں اور دوسروں کو بھی سکھلاتے ہیں"۔[4]

آپؒ کی تصوف کے متعلق تعلیمات جناب پروفیسر یوسف سلیم چشتی کی بیان کردہ تصوف کی تعریف سے مکمل ہم آہنگ ہے:

"نفس کا تزکیہ و تجلیہ کرنا تاکہ آئینہ قلب میں "عکس رخ یار" منعکس ہو سکے"۔[5]

---

1 تذکرہ حکیم ملت، ص:۵۸۵

2 رفیق محمود (افادات)، پیر سید محمود شاہ محدثِ ہزاروی، جمعیت حنفیہ قادریہ، پاکستان، س ن، ص:۵۶

3 رفیق محمود (افادات)، ص:۶۹، ۷۰

4 خضر راہ، سید شبیر احمد غازی راجوروی، انعام اللہ خان خلافت اکیڈمی منگورہ، سوات، ط دوم، ۱۹۸۹ء، ص:۲۱

5 تاریخ تصوف، پروفیسر یوسف سلیم چشتی، علماء اکیڈمی محکمہ اوقاف پنجاب، لاہور، ۱۹۷۶ء، ص:۹۹

دربارِ خداوندی میں قرب ورضا کیلئے وسیلہ مصطفیٰ ﷺ اہم ہے:

آپؒ کے نزدیک اللہ رب العزت کا تقرب حاصل کرنے اور مالک الملک کی رضا حاصل کرنے کیلئے نبی کریم ﷺ کا وسیلہ اہم ہے اور جب نبی کریم ﷺ کا وسیلہ بندہ کو حاصل ہو جائے تو مقامِ قرب ورضا پر فائز ہونے کی رفتار بڑھ جاتی ہے۔ بغیر وسیلہ کے تقرب ورضا کا تصور بے جا ہے۔

ملاحظہ ہو:

بامرِ وَابۡتَغُوا[2] جویم، وسیلہ مصطفیٰ گویم　　رہِ قرب ورضا پویم، بہر رفتار یا اللہ[1]

انسانی لبادے میں نظر آنے والوں کی اقسام

آپؒ فرماتے ہیں کہ انسانی لبادے میں نظر آنے والوں کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ انسانی لبادے میں ملبوس حیوان اور شیطان۔

۲۔ انسانی لبادے میں ملبوس انسان۔

۳۔ انسانی لبادے میں ملبوس انسانِ کامل ﷺ کے پرتو حقیقی انسان۔[3]

پھر آپؒ ان ہر تین اقسام کی تشریح بیان کرتے ہوئے پہلی قسم کے متعلق فرماتے ہیں:

> "انسانی لبادے میں ملبوس حیوان اور شیطان اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے بھی محروم ہوتے ہیں اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے علم سے بھی۔ اس دنیا کی ترقی اور کامیابی ہی ان کا ہدف ہوتی ہے۔ جو کوئی ان کا ہم نوا نہ ہو اس کے خلاف تباہ کن عمل ان کا شیوہ ہوتا ہے۔ کفر و شرک میں مبتلا یہ لوگ انسانیت کے لیے ناسور ہیں۔ خود فراموشی میں مبتلا یہ بدنصیب انسانیت پر انسانیت سوز مظالم ڈھاتے چلے آرہے ہیں۔ خود بھی دور اور انسانیت کو بھی مقصدِ حیات سے دور رکھنا ان کا عمل ہوتا ہے۔ یہ اصحاب الشمال ہیں۔ ان کے لیے عذاب ہی عذاب ہے"[4]

دوسری قسم کے متعلق لکھتے ہیں:

> "انسانی لبادے میں ملبوس انسان اصحاب الیمین ہیں۔ ان کے لیے دو جہانوں میں سلامتی ہے ان کے پاس اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا علم ہوتا ہے۔ جس کے مطابق یہ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں، جو درجہ ان کے علم و عمل کا ہو گا وہی ان کا ہو گا۔ ان کے پاس اللہ کا علم تو ہوتا ہے اللہ نہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی منزہ شان میں نیکی کی زندگی گزارتے ہیں"۔[5]

---

[1] راہِ صفا (افادات)، ص:۱۵

[2] القرآن، سورۃ المائدۃ: ۵/ ۳۵

[3] قندیلِ خلافت (ملفوظ)، پیر سید محمود شاہ محدثِ ہزارویؒ، ناشر پیر سید محی الدین محبوب، حویلیاں، ہزارہ، ۱۹۹۴ء، ص:۸۲

[4] قندیلِ خلافت (ملفوظ)، ص:۸۲

[5] قندیلِ خلافت (ملفوظ)، ص:۸۲

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

تیسری قسم کے متعلق فرماتے ہیں:

"انسانی لبادے میں ملبوس انسانِ کامل ﷺ کے پر تو حقیقی انسان مقربین ہیں۔ ان کے پاس اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا حقیقی علم بھی ہوتا ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ خود بھی۔ یہ اعلیٰ ترین صاحبانِ نصیب زمین پر کبریائی کی شان ہوتے ہیں۔ ان حقیقی انسانوں کے لیے "روح" ہے "ریحان" ہے اور جنت نعیم ہے"۔[1]

آپؒ مرتبہ ولایت تک پہنچنے کے متعلق فرماتے ہیں:

"تصوف سے ولایت کے مرتبہ تک پہنچتے ہیں یاد رہے کہ یہ ولایت ایمان اور تقویٰ کا نتیجہ و حاصل ہے سب سے اول درستی وصحت عقائد پھر اصلاح اعمال، اخلاق و تہذیب و تزکیہ نفس کرتا ہوا بندہ جب بندگی کی منزلیں طے کرتا ہے تو وہ اللہ کا پیارا بن جاتا ہے اور اس کا نام ولی رکھا جاتا ہے"۔[2]

حقیقی انسان کی پہچان:

اپنے ایک وعظ میں حقیقی انسان کی پہچان کرواتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ:

ہمارے پیارے انسانو! آپ کتنے خوش نصیب ہیں کہ صاحبان ایمان ہیں۔ جو لوگ ایمان سے محروم ہیں وہ انسان کیسے ہوسکتے ہیں؟ ایمان سے محروم لوگ انسانی لبادے میں یا تو جانور ہوتے ہیں یا درندے۔ جن لوگوں کا ایمان کمزور ہوتا ہے وہ ان درندوں کا شکار ہوتے ہیں۔ جن کا ایمان کامل ہوتا ہے وہ ذاتِ حق سبحانہ و تعالیٰ کے محبوب ہوتے ہیں اور ذاتِ حق سبحانہ و تعالیٰ جب لوگوں کی اصلاح و فلاح چاہتے ہیں تو انہیں اپنے محبوب کی سربراہی عطا کر دیتے ہیں۔[3]

ایک اور جگہ مہلک ہتھیاروں سے بھی زیادہ مہلک ترین چیز انفس کی معراج سے محرومی کو قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"بنی نوع انسان کو ہلاک کرنے کے لیے جتنے بھی مہلک ہتھیاروں کا ذخیرہ پوری دنیا میں موجود ہے وہ زیادہ سے زیادہ ہمارے جسموں کو تباہ و برباد کر سکتا ہے۔ لیکن ہمارے اپنے اندر جو جنگ جاری ہے یہ تو ابدی بربادی اور خسارہ ہے۔ یہ تو انفس کی معراج سے محرومی ہے"۔[4]

آپؒ کے نزدیک نفس کو فتح کر لینا سب سے بڑی بہادری ہے اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ زمین کے کسی حصے کو فتح کر لینا کوئی بہادری نہیں ہے۔ چنگیز خان ہو یا سکندر، ہٹلر ہو یا کوئی اور جرنیل، کیا نتیجہ ہے ان کی جنگ جوئی کا؟ سب سے بڑا فاتح وہ ہے جس نے اپنے آپ کو فتح کر لیا ہو۔ اپنے آپ کو فتح کر لینے سے مراد یہ ہے کہ اپنے وجود میں دشمن عظیم شیطان اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ برسرِ پیکار ہے۔ اسے شکستِ فاش دینی ہے۔ ایسی شکست کہ وہ کبھی بھی سر نہ اٹھا سکے۔ اس فتح و نصرت کا ثبوت یہ ہوگا کہ فاتح:

۱۔ غیریت کے وہم سے مکمل چھٹکارا پا جائے گا۔ ۲۔ عینیت کے یقین میں حق الیقین حاصل کر جائے گا۔

۳۔ وجود میں توحید کی حقیقت اور شہود میں رسالت کی شہادت بن جائے گا۔ ۴۔ چلتا پھرتا زندہ قرآن ہوگا۔

۵۔ "ھو" کی حقیقت ہوگا۔ ۶۔ فقر کے کمال پر ہوگا۔ ۷۔ یکتا محبوب ہوگا۔

---

[1] قندیل خلافت (ملفوظ)، ص:۸۳

[2] جامع الخیرات، ص:۱/ ۶۵

[3] قندیل خلافت (ملفوظ)، ص:۹۳

[4] قندیل خلافت (ملفوظ)، ص:۹۳

۸۔انسانیت کے لیے وسیلہ رحمت ہو گا۔ ۹۔اس کی زندگی جہاد مسلسل ہو گی۔

۱۰۔وہ شیطان اور اس کی اولاد کے خلاف جنگ نہیں "غزوہ" کی سنت میں بر سرِ پیکار ہو گا۔[1]

سوز وساز سے بھرپور فلسفہ نماز

تصوف کی اصل الاصل لقاءِ رب کی آرزو ہے۔اس منصب کو پانے کیلئے آپؒ اپنی عبادات کو اس درجہ تک لے جانے کی نصیحت کرتے ہیں تا کہ وصل کا کوئی لمحہ ضائع نہ ہو۔فلسفہ نماز پر آپؒ کے فلسفیانہ اشعار اپنی مثال آپ ہیں۔آپ نے نماز کا فلسفہ تصوف کے عین مطابق بیان فرمایا ہے:

وضو تیر اطہارت ناسوا سے — قیامت کی اقامت تو کیا کر
خودی کی پڑھ کے تکبیریں کھڑا ہو — خدا و مصطفےٰ سے دل لگا کر
خدا کے سامنے ہو دست بستہ — دعا کے واسطے حمد و ثنا کر
صلائے دو جہاں تیری قرائت — بقا کی رکعتیں پوری پڑھا کر
رکوع سے یاد رکھ وسطیٰ اشارے — تو خود رکھ نفسِ امارہ جھکا کر
دو سجدوں میں دوئی سے دور ہو کر — تحیۃ اور تشہد تو ادا کر
جو پایا تو نے یہ معراج مومن — تو اپنا شیوہ تسلیم و رضا کر[2]

آپؒ کے نزدیک دل سے ندامت اور توبہ کے ساتھ رونا بہت مبارک ہے۔[3] اور اس رونے کے بعد آپؒ بندے کو اللہ رب العزت کے ذکر و فکر اور تسبیح کی طرف ابھارتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح حسبِ ہدایت اسلام اعتقاد و عمل کی کا خلاصہ ہے۔[4]

ذکر و فکر:

آپؒ ایک عرصہ دراز تک خود بھی جنگلوں، بیابونوں اور غاروں میں اللہ رب العزت کے ذکر اور اس کی فکر میں سر گرداں رہے۔اللہ رب العزت کے ذکر و فکر میں کمال غوطہ زنی کے بعد آپ نے جو دُرِ نادار پیش کیے ان کے مطابق ذکر اللہ رب العزت کی یاد کا نام ہے اور یہی یادِ الٰہی انسان کو بقاء عطا کرتی ہے اور اللہ رب العزت کی ذات وصفات اور اس کے مظاہر میں فکر کو ارتقاء قرار دیا ہے۔آپؒ ان دونوں کے متعلق فرماتے ہیں:

> "اے عزیز! ذکر دو قسم کا ہے اول مطلق ذکر، دوم ذکر موجب فکر، ذکر مطلق معشوق حقیقی کی صرف یاد کا نام ہے اور ادنیٰ تعلق کا مظہر ہے اور موجب بقاء ہے اور بقاء جمود اور جمود ناقص ہے اور فکر موجب ارتقاء ہے اور ترقی ہے یا یوں کہو کہ ایک یاد تذکیری ہے جو ادنیٰ ہے اور ایک یاد تعمیری ہے جو اعلیٰ ہے اکثر صوفیائے سابقہ کا کلام ذکر مطلق پر مشتمل ہے صرف مولانا رومؒ کا کلام فکر یعنی تعمیری یاد پر مشتمل ہے ذکر کی انتہاء فکر، فکر کی انتہاء عمل صالح اور عمل صالح کی انتہاء خلافت ہے اور خلافت کی انتہاء قربِ خداوندی ہے"۔[5]

---

[1] قندیل خلافت (ملفوظ)، ص:۹۴

[2] رفیق محمود، (افادات)، ص ۱۲

[3] مناجاتِ محمود (افادات)، پیر سید محمود شاہ محدث ہزاروی، جمعیت حنفیہ قادریہ پاکستان، لاہور، طدوم، ۱۳۹۱ھ، ص:۷۹

[4] مناجاتِ محمود (افادات)، ص:۸۱

[5] تذکرہ حکیم ملت، ص:۵۸۵

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

عارفِ کامل

عارف وہ ہوتا ہے جو اللہ رب العزت کی معرفت رکھتا ہے، اللہ رب العزت کی پہچان حاصل کر کے اس کے ذکر و فکر میں مشغول رہتا ہے۔ وہ جہاں اپنے آپ کو ہر آن اللہ رب العزت کے جلووں میں گم کیے ہوتا ہے وہاں خلقِ خدا کو بھی اس راز سے واقف کرنے کی تگ و دو میں لگا رہتا ہے۔ آپؒ عارف کامل کی پہچان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> "اے عزیزو! جب بھی اللہ والوں کے در پر جاؤ ان کے مشاغل کا خیال رکھو تا کہ ان کے وظائف میں خلل نہ آئے ان کو غافل ہر گز تصور نہ کرو، درویش اللہ کے ٹائپ رائٹر اور مائیکروفون ہوتے ہیں سوتے میں بھی ان کے دل جاگتے ہیں یادِ حق میں مصروف اور جمالِ محمدی سے مسرور ہوتے ہیں اور حق کی اجازت سے طالبانِ حق کو اسرارِ الٰہی سے آگاہ کرتے ہیں عارف کامل وہ ہے کہ جس کے بال بال و رگ رگ سے انوارِ الٰہی و احکامِ الٰہی عیاں و صادر ہوں مرشدِ کامل کا دیدار، دیدارِ حق ہے اور عبادت میں شامل ہے"۔[1]

درویشوں کی اقسام

موجودہ دور میں جعلی پیروں فقیروں کی بھرمار ہے۔ اصلی اور نقلی اولیاء کرام میں پہچان کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ آپؒ نے درویشوں کی اقسام بیان کرتے ہوئے جہاں معتمد علیہ درویشوں کی پہچان بتا دی وہاں آپؒ نے جعلی اور ٹھگ قسم کے درویشوں کا پردہ بھی چاک کیا ہے۔ یقیناً ایسے ہی عاقبت نااندیش جعلی درویشوں نے ہمارے معاشرے کو بد اعتقادی و گمراہی میں دھکیلا ہوا ہے۔ آپؒ کے نزدیک درویشوں کی تین اقسام ہیں:

۱۔ سالک: جو حق کے ادب و عشق سے لبریز ہوتا ہے اور اپنے حال پر غالب ہو کر دونوں جہانوں کا مالک ہوتا ہے اور اپنے متوسلین کو شریعت و طریقت کی راہ پر چلا کر منزلِ مقصود تک پہنچاتا ہے۔

۲۔ مجذوب: جو ادب و عشق سے تو لبریز ہوتے ہیں لیکن اپنے حال سے مغلوب ہو جاتے ہیں لہٰذا انتم سکری کے تحت شرعی پابندیوں سے تو بری ہوتے ہیں مگر شریعت حقہ کا مقابلہ ہر گز نہیں کرتے کیوں کہ شریعت ماں کی گود کی طرح ہوتی ہے جس میں بچہ بھی خاموش ہو کر سکون حاصل کرتا ہے ان کو برا بھلا نہیں کہنا چاہیے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دینا چاہیئے مجذوب اپنے لیے ہی خوب ہوتے ہیں۔

۳۔ درویشانِ باطل یا اولیاء الشیطان: درویشوں کی تیسری قسم وہ ہے جو درویشانِ باطل یا اولیاء الشیطان کہلاتی ہے ان کی مثال بہروپیوں کی سی ہے کہ بظاہر درویشوں جیسا لباس پہنتے ہیں اور ان کی طرح رہتے ہیں اور امام الاتقیاء و امام الاصفیاء وغیرہ کہلاتے ہیں لیکن در حقیقت وہ ادب و عشق حق سے یکسر محروم اور معمولاتِ اسلامیہ کے منکر ہوتے ہیں اور عقائد باطلہ رکھتے ہیں مثلاً خدا جھوٹ بول سکتا ہے، زنا کر سکتا ہے، خدا مرکب ہے، میں خدا کا بیٹا ہوں اور خدا ہاتھی دانت کا ہے وغیرہ۔ اس کے علاوہ توہین انبیاء و اولیاء کے بھی مرتکب ہیں ایسے ہی لوگوں نے درویشی و تصوف کے پردہ میں کمالاتِ نبوت اور جھوٹی نبوت کے دعوے کر کے لوگوں کے دین و ایمان لوٹے حتیٰ کہ اپنے نام کے کلمے بھی پڑھوانے کی کوشش کی۔ پیر کہلانے سے کوئی پیر نہیں بنتا ایسے لوگ ہر گز پیر نہیں ہو سکتے یہ درویشانِ باطل مردود ہیں ان پر نگاہ ڈالنا بھی حرام ہے ان کی صحبت زہر قاتل ہے

---

[1] تذکرہ حکیم ملت، ص:۵۹۵

ان کی صحبت میں رہنے سے انسان دین و ایمان سے یکسر محروم ہو کر زندیق ہو جاتا ہے لہذا اے عزیزو! ایسے لوگوں کی صحبت سے ہمیشہ بچتے رہو یہ صرف مال و دولت ہی کے بھوکے اور دنیا کے کتے نہیں بلکہ دولت دین و ایمان کو بھی لوٹ لیتے ہیں۔[1]

مرشد کے در پر حاضری کا مقصد

آج کل کے لوگ کسی درگاہ میں جاتے ہیں یا کسی روحانی شخصیت کے پاس جاتے ہیں تو ان کا مطمع نظر دنیاوی دولت و شہرت ہوتی ہے۔ اس وجہ سے لوگ ایک ولی کامل سے کماحقہ فیض نہیں اٹھا سکتے۔ فیض اٹھانے کے لیے بندے کے دل کا درست نہج پر استوار ہونا ہے تاکہ اس کی نظر مادی مقاصد کی بر آری پر نہ ہو بلکہ اس کی نظر و فکر اپنی اصلاح اور نجاتِ اخروی کے لیے ہو تو یقینی طور پر وہ بندہ کماحقہ فیض حاصل کر سکتا ہے۔ آپؒ مرشدِ کامل کے در پر حاضری کا مقصد بتاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

> مرشدِ کامل کے در پر حاضری کا مقصد فقط اصلاح نفس اور حصول علم و معرفت ہو۔ اصلاح نفس کے بعد دنیاوی کام خود بخود درست ہو جاتے ہیں۔ مرشد کامل کے حضور بہترین ہدیہ قلب سلیم ہے اس لیے اے عزیزو! اپنے ساتھ دل و دماغ بھی لے کر آیا کرو۔ فقیر کا کام دلوں کو دھونا ہے فقیر ہمیشہ آپ کو حسب توفیق دال ساگ کھانے کو اور چٹائی سونے کو دیتا ہے تاکہ سنت مصطفیٰ ﷺ و صحابہ کو پورا کر کے درس مساوات محمدی سکھائے یہ درس صرف رب کے خلیفہ اور درویش باخدا کے در پر ملتا ہے کسی دنیاوی بادشاہ صدر وزیر کے دربار میں نہیں مل سکتا فقیر ہمیشہ یہ چاہتا ہے کہ میرے بچے خواہ کرنل ہوں صوبیدار ہوں یا سپاہی ہوں یا خان صاحب و مزدور ہوں سب ایک ہی دستر خوان پر بیٹھ کر کھائیں اور ایک ہی چٹائی پر سوئیں تاکہ امراء کے جسم بھی چٹائیوں اور سادہ کھانوں سے آشنا ہوں۔[2]

مرشد کے در پر حاضر ہو کر کیا ملتا ہے اور اس کا فائدہ جلیلہ کیا ہے اس کے متعلق فرماتے ہیں:

> "مرشدِ کامل ایک ایسی دکان ہے کہ جہاں علم و معرفت کی دولت ملتی ہے اس لئے ادب و عشق حق کے ساتھ حاضر ہو کر کچھ حاصل کر لیا کرو یقیناً منزل مقصود تک پہنچو گے"۔[3]

شعری ادب میں منفرد پایہ

حضرت محدث ہزارویؒ نے اشعار میں جہاں دیگر تعلیماتِ اسلام کو بیان کیا ہے وہاں تصوف کی رموز کی اشاعت کا ذریعہ بھی بنایا ہے۔ آپؒ کے اشعار میں سلاست کے ساتھ ساتھ تاثیر بھی ہے۔ آپؒ علامہ اقبالؒ کی طرح ملت کی پاسبانی کا عزم لیے ہوئے اپنے افکار کو بیان کرتے ہوئے ایک خاص پیرایہ میں اپنی قلبی جذبات و احساسات کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ آپؒ کے نظمیہ کلام ہاء میں عام طور پر توحید باری تعالیٰ، صفات باری تعالیٰ، مظاہرِ قدر، نبی آخر زمان علیہ السلام کی تشریف آوری کی بشارت، معجزات، خوارق عادات، محاسن ذاتی و صفاتی، جمال و کمال نبوی، خاندانی شرف و نسلی امتیاز و بزرگی، انبیاء کرام میں آپ ﷺ کی فضیلت، رحمت سراپا، نور مجسم، شفاعت عاصیاں، واقعات معراج، تمنائے زیارت، باد صبا و موج نسیم سے سلام و فریاد رسائی، گنبدِ خضراء کا حسن تقدس، روضہ مطہرہ کی سنہری جالیاں، معجزہ رجعت شمس و شق القمر، سنگریزوں کا کلمہ پڑھنا، حیوانات و نباتات کا سجدہ کرنا، بتوں کا فریاد کرنا اور سر کے بل گرنا، سید الانبیاء کی شرافت، نجابت، صداقت، عدالت، شجاعت، امانت و سخاوت،

---

[1] تذکرہ حکیم ملت، ص:۵۹۶،۵۹۷

[2] تذکرہ حکیم ملت، ص:۵۹۷،۵۹۸

[3] تذکرہ حکیم ملت، ص:۵۹۹

خطابت، فصاحت وبلاغت، رسالت و نبوت، شفاعت، اخوت و محبت، اعلیٰ اخلاق و اوصاف حمیدہ، دشمنوں کے ساتھ حسن سلوک، بوریا نشینی، فاقہ کشی (تصوف)، کالی کملی، سراپائے مبارک، رخسار و گیسو، قد و لجو، نگاہ لطف و کرم، بخشش و عنایت، جود و سخا، فضل و عطا، رحم و کرم، رزم و بزم، غرض ان تمام باتوں کا ذکر ہے جو آپ ﷺ کی سیرت طیبہ اور اسوہ حسنہ سے مختص ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ملت اسلامیہ کا اتحاد، امت سے مصائب دور کرنے کے استغاثے، خلافت اسلامیہ کی بحالی اور نفاذ دستور اسلام کی تاکید، انبیاء کے اصول و فروع کے پاک ہونے کے متعلق عقائد، آپ ﷺ کے منسوبات کی تعظیم و تکریم اور دیگر مسائلِ فقہ و تصوف جیسے موضوعات کو بھی آپؒ نے اپنے کلام میں شامل کیا ہے۔[1]

حضرت محدث ہزارویؒ ایک باکمال صوفی تھے۔ اسلامی تعلیمات میں جہاں بتوں کے آگے عملی مظاہر کے ساتھ جھکنے سے منع کیا وہاں شراب پینے سے بھی منع فرمایا ہے۔ آپؒ نے اپنی شاعری کی کتابوں میں کسی بھی شعر میں ایسے الفاظ استعمال نہیں کیے جن کی اسلامی تعلیمات نفی کرتی ہیں۔ آپ کے پورے کے پورے دیوان کھنگال لیے جائیں تب بھی ایسے الفاظ نہیں مل سکتے جیسے کہ بت، صنم، مے خانہ، مے کدہ، ساقی، جام وغیرہ۔ گویا کہ آپؒ فکر کے پہلو میں بھی ایسا الفاظ کو نہیں بھرنا چاہتے جن سے اسلام نے بیزاری کا اعلان کر رکھا ہے۔ آپؒ اسلام اور تعلیماتِ اسلام سے حد درجہ لگاؤ رکھتے تھے۔ آپؒ اللہ عزوجل اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے عشق میں بے قرار تھے۔ یقینی طور پر ایک کامل صوفی کی علامت بھی یہی ہے کہ وہ اللہ رب العزت کے ساتھ کمالِ محبت کا اظہار کرے، ناموسِ مصطفیٰ کریم ﷺ پر جاں نثاری کا کوئی لمحہ فروگزاشت نہ کرے۔ آپؒ اپنے ایک فارسی کلام میں اپنے بے قرار دل کو مولانا جامیؒ کے عشق شعلہ باز کی طرح نام خدا عزوجل کو حرزِ جان بنائے ہوئے گویا ہیں:

رفت از دل یاد ہا در یادِ تو! — دل بہ سینہ ہست یاد آبادِ تو
یادِ تو از من ربودہ یاد ہا، — بے نوا را صد نوا در یادِ تو!
می روم خواندہ یکے حرفِ بلند — ہست یادِ کبریا در یادِ تو
عشق سیارم سوئے دشت و جبل — شد سر و پایم یکے از یادِ تو
کبریا را ذاتِ تو نام و نشاں — چشمِ مومن قلزمے از یادِ تو![2]

اوراد و وظائف

میاں ظاہر شاہ قادری کے مطابق صبح کی نماز حکیم و مفتی و فقیہ ملت محدثِ ہزارویؒ خود پڑھایا کرتے تھے اور نماز میں اکثر سورۃ النجم کی ابتدائی آیات مبارکہ تلاوت فرماتے اور دوسری رکعت میں عموماً سورۃ الم نشرح لک تلاوت فرماتے۔ جب نماز ختم ہوتی تو نماز کے بعد ذکر جہر تمام مقتدیوں سمیت فرماتے وہ کلمہ لا الہ الا اللہ الا اللہ پھر اللہ پھر اللہ ھو پھر اللہ اسم ذات کا ذکر جہر سے فرماتے۔ اس کے بعد درود شریف الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ، الصلوۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ ، الصلوۃ والسلام علیک یا شفیع المذنبین ، الصلوۃ والسلام علیک یا رحمۃ للعالمین پڑھتے۔ اور تمام حاضرین بھی پڑھتے بعد میں شجرہ شریف پڑھتے پھر دعا فرماتے۔ آپ ہمیشہ تین دعائیں مانگتے تھے۔ پھر آپؒ خانقاہ تشریف لے جاتے اور سورج طلوع ہونے تک اوراد و وظائف میں مشغول رہتے۔ نمازِ اشراق ادا کرنے کے بعد

---

[1] ماہنامہ خبر نامہ خلافتِ اسلامیہ، "نعت شریف آغاز و ارتقاء"، آخری حصہ، "مجھول"، جمعیت حنفیہ قادریہ محمودیہ، سرگودھا، مارچ ۲۰۱۸ء، ص: ۲۴، ۲۵

[2] راہِ صفا (افادات)، ص: ۸۴

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

ناشتہ کرتے پھر لوگ جوق در جوق آتے اور آپؒ تبلیغ حق و تعلیم ہدایت میں مشغول ہوتے[1]۔ نمازِ عصر ادا کرنے کے بعد ختم غوثیہ قادریہ پڑھتے اور اس کے بعد پھر درس کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔

آپؒ کے معمولات میں ختمِ خواجگان شریف چشتیہ، ختم خواجگان نقشبندیہ، ختم محبوبیہ شریف، ختم چھورویہ قادریہ، ختم کبرویہ ہمدانیہ شامل تھے[2]۔ آپؒ بیعت کرنے کے بعد مرید کو حکم فرماتے کہ رات کو سوتے وقت ۲۴ بار بلاناغہ اللہ اللہ پڑھا کرے۔ روزانہ بلاناغہ یا اللہ یا رحمان یا رحیم ۱۰۰ بار، اللہ الصمد ۱۰۰ بار، یا وہاب ۱۰۰ بار، یا ودود ۱۰۰ بار پڑھا کرے۔[3]

آپؒ خود طریقہ حلقہ ذکر شریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مشائخ کرام و پیران عظام کا تجربہ و ہدایت ہے کہ مل کر ذکر اور توجہ سے مراقبہ بجماعت کتاب و سنت و آثار سے قلب کے زندہ کرنے اور لطائف کے جاری کرنے میں اور دل کی نورانیت میں اکسیر کا حکم رکھتا ہے سو اپنے شیخ و مرشد کی ہدایت و تجویز کے مطابق رات کو بحالت ضرورت یا دن کو سب باوضو اور جائے پاک میں بطریق حلقہ بیٹھ کر بعد ختم سلسلہ عالیہ کے توبہ استغفار کر کے یعنی بدستور بازگشت کفر و شرک و گناہوں سے توبہ کر کے سب امیر حلقہ کی ہدایت و تجویز سے آنکھیں بند کر کے:

۱۔ ذکر نفی اثبات شریف لا الہ الا اللہ (مع تصور اربعہ) ۱۱ یا ۲۱ یا ۳۳ بار ایک آواز و لہجہ سے کریں۔

۲۔ صرف اثبات شریف الا اللہ (مع تصور) ۱۱ یا ۲۱ یا ۳۳ بار ایک آواز و لہجہ سے کریں۔

۳۔ اللہ (مع تصور) ۱۱ یا ۲۱ یا ۳۳ بار ایک آواز و لہجہ سے کریں۔

۴۔ اللہ (مع تصور) سو بار ایک آواز و لہجہ سے کریں۔

۵۔ اپنے شیخ و مرشد کے نورانی تصور کے ساتھ زبان تالو سے لگا کر ہونٹ بند کر کے اور سانس ناک کے راستہ سے لیتے ہوئے سانس سے ملی ہوئے آواز اللہ کرتی ہوئی سے ۳۳ بار یا زائد اس اثنا میں حسب موقع ابیات توجہ امیر حلقہ پڑھے۔

۶۔ دعائے حاجات و ترقی درجات جملہ حاضرین و یاران سلسلہ کے لیے کر کے حلقہ ذکر شریف کی پاک مجلس ختم کریں لغو و فضول سے ایسی مجالس کو خصوصاً بچائیں۔[4]

خلاصہ بحث

آپؒ اپنی وفات مورخہ یکم رجب المرجب ۱۴۱۳ھ مطابق ۲۵ دسمبر ۱۹۹۲ء بروز جمعہ بعمر ایک سو بیس برس[5] تک لوگوں کے تزکیہ نفس و اصلاحِ کردار کے لیے کوشاں رہے۔ آپؒ کی صداءِ حق نے ایک جہان کو متاثر کیے رکھا ہے۔ ہر سال آپ کا عرسِ مبارک ۲۵-۲۴ دسمبر کو خانقاہ محبوب

[1] تذکرہ حکیم ملت، ص: ۴۷۰، ۴۷۱

[2] تذکرہ حکیم ملت، ص: ۴۷۱، ۴۷۲

[3] تذکرہ حکیم ملت، ص: ۴۸۶

[4] جامع الخیرات، ص: ۱/ ۷۱

[5] بستانِ ولایت، ص: ۱۳۴، جامع الخیرات، "محمود الاشراف"، پروفیسر عبد الصمد صارم الازہری، ص: ۱/ ۲۷

آباد شریف میں زیر سرپرستی صاحبزادہ ارجمند مفکر اسلام ابو زین پیر سید محی الدین محبوب حنفی قادری سجادہ نشین منعقد ہوتا ہے[1]۔ آپؒ کی صوفیانہ افکار کی ترویج و اشاعت میں آپؒ کی خانقاہ قادریہ محمودیہ دن رات ایک کیے ہوئے ہے۔ آپؒ کے سجادہ نشین پیر سید محی الدین محبوب آپؒ کے مشن کو پوری دنیا میں پھیلانے کیلئے سرگرم ہیں۔ اس دور میں ضرورت ہے کہ آپؒ کی عمومی تعلیمی افکار سے فائدہ اٹھایا جائے بالخصوص آج جبکہ ہر چہار سو بے راہ روی اور نفس پرستی کی چنگاریاں شعلہ زن ہو چکی ہیں، ان کے خاتمہ کے لیے پیر سید محمود شاہ محدث ہزارویؒ کی صوفیانہ فکر سے فائدہ اٹھا کر اصلاح و تزکیہ کی تحریک کو از سرِ نو منظم کیا جائے تا کہ الٰہی دستور کے نفاذ میں حائل مشکلات کو خاتمہ ہو اور ہر طرف توحید و رسالہ کا غلغلہ بپا ہو جائے۔

[1] بستان ولایت، ص ۱۳۵، نیز دیکھیے: ہزارہ میں اردو زبان و ادب کی تاریخ، پروفیسر بشیر احمد سوز، ادبیاتِ ہزارہ، ایبٹ آباد، ۲۰۱۰ء، حصہ نثر، ص ۲۸۹